ابن تیمیہ رح کی تالیف
اِقتِضَاءُ الصِّرَاطِ المُستَقِيم

کتاب کا پورا نام:

اقتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ مُخَالَفَةَ أصْحَابِ الْجَحِيْمِ

جس کا لفظی ترجمہ بنے گا:

"تقاضا کرنا صراط مستقیم کا، کہ خلاف کریں دوزخی ملتوں کے"۔

سورۃ فاتحہ کا ایک مرکزی مضمون۔ اللہ کی حمد، تعظیم، توحید اور استعانت کے بعد جو ایک مدعا عبادت گزار کی زبان پر آتا ہے وہ ہے: صراطِ مستقیم کی ہدایت پانا۔ مگر بات "صراطِ مستقیم" کی دعاء پر ختم نہیں کروا دی جاتی۔ اِس کی نشاندہی کا مضمون بھی عین اسی مقام پر سرے لگوایا جاتا ہے۔ باقاعدہ دو جہت سے:

۱) صراط کی ایک پہچان: صِرَاطَ الَّذِيْنَ أنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

۲) اسی کی دوسری پہچان: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّيْنَ

یعنی بات مجرد abstract یا تصوراتی conceptual تو رہنے ہی نہیں دی گئی۔ بلکہ "صراطِ مستقیم" ایک مجسم concrete واقعاتی factual صورت میں آپ کے سامنے لا دھرا گیا۔ اپنی دو عملی جہتوں two practical dimensions کے ساتھ۔

چنانچہ.. اُن ملتوں کا تو ذکر ہی کیا جو کسی آسمانی ہدایت پر چلنے کی سرے سے دعویدار نہیں (کیونکہ "ہدایت" ہے ہی خدا کا دکھایا ہوا راستہ)؛ ہاں جن لوگوں کا دعویٰ آسمانی ہدایت پر ہونے کا ہے، آپ کے سامنے وہ یہ دو مجسم کردار ہیں:

۱) ایک "أنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"۔ جس کی تفسیر ہوئی: مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ

وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (النساء:69) یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

یہ جو راستہ چلے وہی صراطِ مستقیم ہے۔ اِن کے قدموں کے پیچھے قدم رکھتے چلے جانا ہی راہِ راست پانا ہے: ایک مجسم concrete واقعاتی factual معنیٰ میں صراطِ مستقیم۔ [نہ کہ نکتوں کی بُنتی اور محض 'غور و خوض' سے دریافت ہوتا جانے والا 'صراطِ مستقیم' جو روز اپنی ایک نئی تفسیر سے آشنا کرایا جائے اور ہر تھوڑے تھوڑے زمانے بعد اس کا 'ٹیڑھ' نکالنے والے ظہور فرمائیں! ہر نیا آنے والا یہاں ایسے ایسے انکشاف کرے کہ اِس (نکتہ ور) کے آنے سے صراطِ مستقیم ایک بالکل نئے رخ پر سمجھ آنا شروع ہو اور پچھلے اس میں خبط مارتے دکھائی دیں!] انبیاء کا سلسلہ محمد ﷺ پر اختتام کو پہنچا البتہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم یقینی طور پر صدیقین و شہداء کی جماعت ہیں اور نصوص کی پیروی میں ان کا چلا ہوا راستہ جو وہ ہادیِ برحق ﷺ سے براہِ راست تعلیم اور تربیت پا کر چلے (وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ)[1]

---

1 صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے آسمان سے اترنے والی سند certificate کہ انہوں نے کسی اور سے نہیں بلکہ باقاعدہ نبی ﷺ سے قرآن پڑھا اور سمجھا ہے: (وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ)۔ بلکہ صرف کتاب نہیں، حکمت کی تعلیم بھی آپ ﷺ سے براہِ راست پائی ہے۔ نیز کتاب اور حکمت کو عقول میں بٹھانے کے لیے نفوس کو جو ایک مخصوص ساخت دینا اور قلوب کی زمین کو جس مخصوص طور پر تیار کرنا ضروری ہوتا ہے، یعنی تزکیہ، صحابہ رضی اللہ عنہم پر وہ عمل بھی رسول اللہ ﷺ کے اپنے دستِ مبارک سے اور آسمانی وحی کی راہنمائی میں ہوا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے قرآن میں نازل ہونے والی آسمانی اَسناد certificates اور بھی ہیں، جن میں سے ایک: {وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرة: 143)"اسی طرح ہم نے تمہیں چنیدہ جماعت بنایا تاکہ تم ہو جاؤ

اور آگے چلا کر گئے، ایک مجسم concrete حقیقی factual معنیٰ میں صراطِ مستقیم ہے۔[i]

۲) دوسرا کردار: "الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" جس کی تفسیر ہوئی: یہود۔ اور "الضَّالِّيْنَ" جس کی تفسیر ہوئی: نصاریٰ۔[2]

یہ جو راستہ چلے وہ صراطِ مستقیم سے انحراف ہے اور آسمان پر ایک کھلا بہتان؛ لہٰذا صراطِ مستقیم کا راہی ہونے کے لیے ضروری ٹھہرا کہ ان (مغضوب علیہم و ضالین) کی راہ سے آپ کی بیزاری رہے۔ یہ آسمانی راستے پر ہونے کے دعویدار ہیں مگر آسمان کی جانب سے ان سے صاف اظہارِ بیزاری کر دیا گیا؛ تاوقتیکہ یہ آخری آسمانی ہدایت کا اتباع نہ کر لیں۔ پس ان کی راہ سے قدم قدم پر پناہ مانگنی ہے اور ان کے نشاناتِ قدم سے پل پل چوکنا رہنا ہے۔

یہ ہوا صراطِ مستقیم؛ ایجابی و سلبی ہر دو جہت سے۔

لوگوں پر شہداء اور رسولؐ تم پر شہید"}۔

غرض صحابہ رضی اللہ عنہم کا آسمانی ہدایت کو علماً و عملاً لے چکے ہونا اور من و عن اُسے آگے انسانوں کو پہنچا کر گئے ہونا، بے شمار آسمانی نصوص سے ثابت ہے۔ یہاں سے اہل سنت کا یہ معلوم اصول ثابت ہوا کہ آسمانی ہدایت کو سمجھ چکے اور اس پر عمل پیرا ہو چکے ہونے میں صحابہ رضی اللہ عنہم تمام انسانوں کے لیے معیار ہیں۔ یہاں "مقتدیٰ" کے طور معیار: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے.. تو "مقتدِی" کے طور پر معیار: صحابہؓ۔ اور یہ سند صحابہ رضی اللہ عنہم کو نصوص میں جابجا ملی ہے۔ ان اَسناد کو چیلنج کرنے والا ٹولہ کہیں خوارج کہلایا تو کہیں روافض۔ دونوں اسلامی تاریخ کے بدترین کردار۔

2 "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" کی ماثور تفسیر۔ مسند احمد و دیگر کتبِ احادیث میں بھی مذکور۔ خود قرآنِ مجید میں اِس مضمون کے اشارے جابجا ہیں۔ اس کی تفصیل کتاب میں آئے گی۔

اور اِس سبق کا اعادہ ہر ہر رکعت میں۔

یہی ایک مدعا ہر ہر نماز میں، کئی کئی بار!

بلکہ نماز ہی یہ ہے۔ صراطِ مستقیم کا سرا تھامنا اور اِس راستے پر رہتے ہوئے خدا کی عبادت کا دم بھرنا۔ مدعا بس یہ، جس سے آگے پیچھے حمد اور تسبیح ہے!

*****

غرض ابن تیمیہؒ کی تالیف اقتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ سورۃ فاتحہ کے اِسی اختتامی مضمون سے بحث کرتی ہے، یعنی "راستے کے مباحث"، ایک مجسم concrete واقعاتی factual صورت میں۔ دو علیحدہ علیحدہ راستے۔ دو آمنے سامنے کے صفحات۔ دو الگ الگ جماعتیں:

1) ایک جانب "أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"، اور

2) دوسری جانب مَغْضُوْب عَلَيْهِمْ اور ضَّالِّيْنَ۔

ایک کی اتباع۔ اور دوسرے سے بیزاری۔ ایک کا راستہ پانے کی دعائیں اور التجائیں۔ اور دوسرے کی راہ پر قدم جا پڑنے سے خدا کی پناہ؛ آخری حد تک ہوشیار اور چوکنا۔

یہ ہے ہدایت یافتہ ہونا۔ یہ ہے صراطِ مستقیم کی عملی نشاندہی۔ اِس کا نام ہے ملت۔ یعنی ایک پختہ، روشن، ممیز راستہ۔

"ملت" کا کوئی معنیٰ ہی نہیں جب تک وہ ایجابی اور سلبی ہر دو جہت سے ممیّز distinct نہ ہو جائے۔

ظاہر ہے ایسا نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ یا دیگر باطل ملتوں کے پیروکار خدا کی کوئی 'کم' عبادت کرتے ہیں؛ اور خاص اِسی باعث خدا ان سے ناراض ہے! اور نہ ایسا ہے کہ ملتِ حق کے لوگ خدا کی عبادت کرنے میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں برتتے؛ اور بس اِس سبب خدا ان سے خوش رہتا ہے! قصور اور گناہ ملتِ حق والوں سے بھی سرزد ہوتے ہیں۔ جبکہ خدا کی جستجو میں بڑی بڑی عبادتیں اور ریاضتیں باطل ملتوں کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ اس کے باوجود؛

ایک ملت وہ جس کے گناہوں / قصوروں کی (سزا کے ساتھ، یا سزا کے بھی بالکل بغیر) معافی کی امید رہتی ہے۔ جبکہ دوسری ملت وہ جس کی نیکیاں تک ردّ ہو جانا قطعی:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ. (آل عمران:32)

اے نبی فرما دو: اگر تم خدا سے محبت کرنے والے ہو تو پیروکار ہو جاؤ میرے۔ تب اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے قصور معاف فرمائے گا؛ اور اللہ تو ہے ہی غفورٌ رحیم۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران:33)

اے نبی فرما دو: اطاعت اختیار کر لو اللہ کی اور اِس رسول کی۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ ایسے کافروں کو دوست رکھنے والا نہیں۔

پس یہ ہوا "ملتوں" کا مسئلہ۔ 'اعمال' کی نوبت اِس کے بعد۔ پہلے آپ کو ایک روٹ پر چڑھ آنا ہوتا ہے اور اس کے ماسوا راہوں سے صاف بیزاری کر دینا ہوتی ہے۔ ہاں جب اس راستے پر چڑھ آتے ہیں تو پھر خواہ آپ آہستہ چلیں یا تیز، یا کسی وقت لڑکھڑا جائیں یا گر کیوں نہ پڑیں، جب تک اس صحیح راستے میں ہیں جو باطل سے الگ ہو آیا ہے اور آپ کو خدا کی جانب یکسو کرا چکا ہے، آپ برابر خدا کو پانے کی آس رکھتے ہیں اور گناہگار سے گناہگار حالت میں بھی خدا کی رحمت اور مغفرت کے امیدوار:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الاعراف:156،157)

> اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے۔ پس میں اپنی وہ رحمت نام کردوں گا ان لوگوں کے جو ڈر جانے، زکات دینے اور میری آیات پر ایمان رکھنے والے ہوں گے۔ جو پیروی اختیار کرنے والے ہوں گے (میرے) اس پیغمبر، نبی امیؐ کی؛ کہ جس کا ذکر وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں، وہ (نبیؐ) جو انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو اُن پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ پس وہ جو اِسؐ پر ایمان لائیں اور اِسؐ کی حمایت اور نصرت کریں اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اِسؐ کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

یہ وجہ ہے کہ توحید اور رسالت کے بغیر اعمال اگر پہاڑ بھی ہوں تو وہ دھول کی طرح اڑا دیے جائیں گے۔ البتہ توحید اور رسالت کے ساتھ گناہوں کے پہاڑ بھی ہوں تو معاف ہونے کی آس ہے۔ اعمال کی تہہ میں یہی حقیقت بار بار دیکھی جاتی ہے۔ جتنی جان آپ کے اِس اعتقاد میں ہو گی اعمال کی قبولیت اُسی کے بقدر بڑھے گی۔ یہ قوتِ یقین، یہ دلجمعی، یہ وثوق اور یہ یکسوئی ہی اصل خدا پرستی اور عبادت کی روح ہے؛ اور اِسی کا نام حنیفیت۔

"ملتوں کا فرق" پس سب سے پہلا اور سب سے بنیادی سبق ٹھہرا۔ مکی و مدنی قرآن کا ایک بڑا حصہ شروع تا آخر اسی ایک بنیاد کو پختہ کراتا چلا جاتا ہے۔

"ملتوں کا فرق".. ابن تیمیہؒ کی اقتِضَاءُ الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ مُخَالَفَةَ أَصْحَابِ الْجَحِيْمِ کا یہی اصل موضوع ہے۔ یہاں ہم اس کے چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کریں گے۔

---

i صحابہؓ کا مدرسہ جو تفسیر دین میں اپنے باقاعدہ اصول و معیارات رکھتا ہے اور جس کی سب سے بڑی پہچان ہے: اس کا تسلسل۔ "صراط" کی یہ جہت (أنعمتَ علیهم) ہماری کتاب "فہمِ دین کا مصدر" میں زیر بحث آئی ہے۔ جبکہ اس کی دوسری جہت (غير المغضوب عليهم ولا الضالين) اِس کتاب میں۔